اعجازِ قرآن

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ایچ، یم، حسین ٹرسٹ
H.M.Husain Trust
Email: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91 7095168679

اعجازِ قرآن

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ایچ، ایم، حسین ٹرسٹ
H.M.Husain Trust
Email: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91 7095168679

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول: ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ مطابق اگست ۲۰۱۶ء

نام کتاب: اعجازِ قرآن
مصنف: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
تعدادِ اشاعت: 1000
صفحات: 32
قیمت: 30 `
کمپیوٹر کتابت: مولانا سید عبدالحمید قاسمی (استاذ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم رحمانیہ، حیدرآباد)
Cell: +91 9849022015

باہتمام: انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

انتساب

عبدالقادر سیٹھؒ اور اماں جیؒ (دادا اور دادی محمد عثمان)

ملنے کا پتہ: (۱) مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ 0522-2741539
(۲) دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی، یوپی 09807240512

ایچ، یم، حسین ٹرسٹ
H.M.Husain Trust
Email: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91 7095168679

عرضِ ناشر

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، امابعد!

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی انسانیت کے لیے ایک عظیم نعمت ہے، جس پر عمل کرنے سے ہماری زندگیاں اس دنیا میں اور آخرت میں سلامتی وسکون کی ہوگی، یہ خالقِ کائنات کا وعدہ ہے۔

میرے حضرت! مولانا سید ابوالحسن علی حسنی الحسنی الندویؒ نے ساری زندگی اس کی تعلیم وتربیت میں صرف کی اور اس تعلیم وتربیت سے کئی زندگیاں اللہ پاک کی رضامندی میں گزریں؛ اسی کی ایک کڑی ندوۃ العلماء کے قدیم جریدہ ''الندوہ'' کے مضامین میں سے پیشِ خدمت ہے۔

آقائے کائنات سے التجا ہے کہ ہم سب کو اس سے استفادہ کی ہدایت اور توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اس کتابچہ کے نشریات میں تمام حضرات نے جو نصرت فرمائی اس کے ہم شکرگزار ہیں اور پروردگارِ عالم سے دُعا گو ہے کہ ان سب کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے، آمین۔

طالبِ دُعا

انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

(ناظم: ہیچ، یم، ٹرسٹ)

عطیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد الرابع الحسنی الندوی
ندوۃ العلماء ص۔ب۔ ۹۳۔ لکھنؤ (الھند)

Mohammad Rabey Hasani Nadwi
P.O. Box No. 93, Lucknow-226007 (INDIA)
Phones : (0522) 2740151, 2741316 Fax : 2741231
E-mail : rabeynadwi@yahoo.com

التاریخ ____________ الرقم ____________

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے اور تمام انسانوں کے لئے ہدایت وفلاح کا پیغام ہونے کی بنا پر ایک عظیم نعمت اور انسانوں کے لئے رحمت ہونے کا ذریعہ ہے، اس میں انسانوں کے مختلف انواع واصناف کو ان کی سمجھ اور ضرورت کے لحاظ سے خیر وصلاح کے حصول کے لئے موثر رہنمائی کی گئی ہے چنانچہ عربوں کو جب اس کی آیات آئیں تو ان کے دلوں میں اتر گئیں اور صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد میں اس کا سننے اور سمجھنے سے تبدیلی آئی اور اس میں تو وہ دلائل ہوں باطنی کو اپنے دلوں کی گہرائی سے ماننے لگے

قرآن مجید اسکی یہ تاثیر اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گی، اسکو اسکی اہمیت کو سمجھتے ہوئے غور وتدبر سے جب کچھ پڑھا جائیگا اسکی تاثیر کا اثر ہوتا اسکے ذی علم علماء نے اسکی تاثیر اور معنویت کو اپنی تصنیفات میں اور مضامین میں بیان کیا ہے ان ہی تحریروں میں قرآن مجید کا پیغام اہل علم وحکمت نے اور قرآن مجید کے معجزاتی عمل واثر تعلقات مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ نے اس کا درس بھی دیا ہے اور اسکی معنویت پر مضامین بھی لکھے ہیں جو بہت مفید اور رہنمائی کرنے والے ہیں۔ ان ہی مضامین کا زیر نظر مجموعہ بھی ہے جو مولانا رحمہ اللہ کو ایک عزیز محب انجینئر محمد عثمان صاحب سید ہاشمی نے ایک رسالہ سے اخذ کر کے اشاعت کا فیصلہ کیا ہے اس طرح اس مجموعہ کا مضامین تازہ ہو جائینگے اور قارئین کرام فائدہ اٹھائینگے

۲۱/ شعبان ۱۴۳۲ھ

ناچیز
محمد رابع حسنی ندوی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبین محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین.

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے اور تمام انسانوں کے لیے ہدایت وفلاح کا پیغام ہونے کی بناء پر ایک عظیم نعمت اور انسانوں کے لیے رحمت ہونے کا ذریعہ ہے، اس میں انسانوں کے مختلف انواع واصناف کو ان کی سمجھ اور ضرورت کے لحاظ سے خیر وصلاح کے حصول کے لیے مؤثر رہنمائی کی گئی ہے؛ چنانچہ عربوں کے سامنے جب اسکی آیات آئیں تو ان کے دلوں میں اُتر گئیں اور صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد میں اسکے سننے اور سمجھنے سے تبدیلی آئی اور وہ اس میں توجہ دلائی ہوئی باتوں کو اپنے دلوں کی گہرائی سے مانتے چلے گئے۔

قرآن مجید اسکی یہ تاثیر اب بھی ہے اور قیامت تک اس میں رہیگی، اسکو اسکی اہمیت کو سمجھتے ہوئے غور وتدبر سے جب بھی پڑھا جائے گا اسکی تاثیر کا اثر ہوگا اسکے ذی علم علماء نے اسکی تاثیر اور خصوصیت کو اپنی تصنیفات میں اور مضامین میں بیان کیا ہے ان ہی تحریروں میں قرآن مجید کا بحیثیت اچھا علم رکھنے والے اور قرآن مجید کے معجزاتی عمل سے واقف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ نے اس کا درس بھی دیا ہے اور اس کی خصوصیات پر مضامین بھی لکھے ہیں جو بہت مفید اور رہنمائی کرنے والے ہیں۔

ان ہی مضامین میں زیرنظر مضمون بھی ہے جو مولانا رحمہ اللہ کے ایک محترم محبؒ انجینئر محمد عثمان صاحب حیدرآبادی نے ایک رسالہ سے اخذ کر کے اشاعت کا فیصلہ کیا ہے، اس طرح اس مضمون کا فیض تازہ ہوجائیگا اور قارئین مکرم فائدہ اٹھائینگے۔

عاجز

محمد رابع حسنی ندوی — ۱۱/ شعبان ۱۴۲۷ھ

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا محمد، وعلی آله وصحبه أجمعین، ومن تبعهم بإحسان ودعا بدعوتهم إلی یوم الدین، أمابعد!

قرآن کریم صحفِ سماویہ میں اپنی خصوصیات کے اعتبار سے منفرد کتابِ الٰہی ہے، اس کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا تحریف سے محفوظ رہنا ہے، وہ صوتی، لفظی اور ترتیب کے اعتبار سے محفوظ ہے، خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو اس خاص امتیاز کی طرف اشارہ کرتا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر:۹)۔

ترجمہ: ''بیشک ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب قیامت تک اپنی خصوصیات کے ساتھ محفوظ اور قابلِ استفادہ رہے گی۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مطالعہ قرآن کے اُصول ومبادی'' میں تحریر فرمایا ہے:

’’قرآن، فرقان (فاروق اور ممیّز) ہے اور یہ اس کی ایسی امتیازی صفت ہے جو اس کے نام کے قائم مقام ہوگئی ہے تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْراً (الفرقان:۱) ترجمہ: ’’بڑی عالیشان ذات والا ہے جس نے یہ فیصلے کی کتاب اپنے بندۂ خاص پر نازل فرمائی؛ تاکہ وہ تمام دنیا پر جہاں والوں کے لیے ڈرانے والا ہو‘‘ قرآن مجید نے ہدایت وگمراہی میں، ایمان وکفر میں، اسلام اور جاہلیت میں، خدا کی رضا وعدم رضا میں، یقین وظن میں، حلال وحرام میں، قیامت تک کے لیے جو فصل اور امتیاز پیدا کردیا ہے اس کی نظیر سے مذہبی تعلیمات اور آسمانی صحیفوں کی تاریخ خالی ہے‘‘۔

قرآن کریم اعجاز بیانی وعلمی کے ساتھ رشد وہدایت، علم وفکر، اخبار بالغیب، اُمم سابقہ کا تذکرہ، غلط تصورات اور معتقدات کی تصحیح، تخلیق انسان اور کائنات کے اسرار، خدا کی مخلوقات کی خصوصیات، طبیعت انسانی کے رجحانات اور صلاحیتوں، اعمال انسانی کے نتائج واثرات اور اس طرح کے انسان کی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں رہنمائی کرنے والی کتاب ہے۔

خال معظم مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا خاص موضوع قرآن مجید تھا، قرآن کی تلاوت کا اہتمام، اس کے معانی ومضامین اور اس کے بلاغتی پہلوؤں پر تدبر حضرت مولانا کا خاص مشغلہ تھا اور اس میں انہوں نے بڑے اساتذہ سے کسبِ فیض کیا تھا، اس سلسلہ میں علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا احمد علی لاہوریؒ سے استفادہ کا خصوصیت سے ذکر اپنی کتاب ’’پرانے چراغ‘‘ اور آپ بیتی ’’کاروانِ زندگی‘‘ میں کیا ہے اور ’’صبح صادق‘‘

(لکھنؤ) کے ''قرآن نمبر'' کے لیے حضرت مولانا نے اپنے مضمون ''میرے مطالعہ قرآن کی سرگزشت'' میں اپنے مطالعہ قرآن اور درس وافادہ کی مؤثر سرگزشت بیان کی ہے، اس کے علاوہ مولانا کی کتاب ''مطالعہ قرآن کے اُصول ومبادی'' قرآن مجید کے مختلف نوعیت کے اعجاز کو بیان کرتی ہے، ایک جگہ قرآنی اعجاز کے تنوع کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید صرف اپنے الفاظ وترکیب اور فصاحت وبلاغت ہی کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے؛ بلکہ وہ اپنے الفاظ اور ترکیب میں بھی معجزہ ہے، اپنے معانی ومضامین میں بھی، اپنے اعلیٰ علوم ومعارف میں بھی، معلوماتِ غیبی اور حقائقِ ابدی میں بھی، اپنی پیش کی ہوئی مذہبی واخلاقی ومعاشرتی اور مدنی تعلیمات میں بھی، اپنے اثرات وانقلابات میں بھی، اپنی پیشینگوئیوں اور اخبار میں بھی معجزہ ہے؛ مگر جب صرف الفاظ میں جو اس کے اعجاز کامل کا صرف ایک پہلو اور گوشہ ہے کوئی مقابلہ نہیں ہوسکا تو اس کے اعجاز کامل میں کیا مماثلت ہوسکتی ہے؟''۔

یہ مذکورہ بالا کتاب ان دروس کا مجموعہ ہے جو انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اپنی تدریس کے دوران درجوں میں دیے تھے، جو بعد مکتبہ اسلام لکھنؤ نے شائع کیے، اس سے قبل وہ قرآن مجید سے متعلق موضوعات پر لکھتے رہے تھے اور ''الندوہ'' میں جس میں وہ شریک ادارت تھے مضامین لکھے؛ انہی مضامین میں ایک اہم مضمون ''اعجاز قرآن'' بھی ہے۔

الندوہ کی فائلوں کے مطالعہ کے دوران ان کے ایک محبِ صادق

جناب انجینئر محمد عثمان صاحب حیدر آبادی جو حضرت مولانا کے اکثر اسفار میں رفیق رہے اور مولانا سے محبت اور تعلق رکھتے تھے، کی نظر اس مضمون پر پڑی تو ان کے اندر اس کو کتابی شکل میں لا کر افادۂ عام کے لیے لانے کا جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے چاہا کہ تعارفی سطریں بھی شاملِ کتاب ہوں جس کے لیے انہوں نے مجھ سے فرمائش کی، یہ میرے لیے سعادت وشرف کی بات تھی، اس لیے ان کی فرمائش پر یہ سطریں تحریر کیں۔

اُمید ہے کہ لوگ اس رسالہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور قدر کریں گے۔

محمد واضح رشید حسنی ندوی

(معتمد تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

۱۴/ شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۱/ مئی ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحیم الرحیم

اعجازِ قرآن

قرآن مجید نے اپنے معجزہ ہونے کا خود دعویٰ کیا ہے اور ان انسانوں کو جن کو اس کے کتابِ الٰہی ہونے میں شک ہے مقابلہ کی دعوت دی ہے، سب سے پہلے ان آیتوں کو جمع کر کے پڑھئے:

(۱) وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (البقرۃ:۲۳)۔

(۲) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (یونس:۳۸)۔

(۳) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (ہود:۱۳)۔

(۴) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ہود:۱۴)۔

(۵) قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَايَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (بنی اسرائیل:۸۸)۔

(۶) قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (القصص:۴۹)۔

(۷) فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (القصص:۵۰)۔

اعجاز قرآن کا دائرہ:

مندرجہ بالا آیتوں میں متشککین ومشرکین کو قرآن کا (مطلق) مثل لانے کی دعوت دی گئی ہے اور کوئی کلام اور کتاب قرآن کی اس وقت تک مثل نہیں ہوسکتی جب تک اس کے اعجاز کے تمام شعبوں میں اور اس کی تمام خصوصیات میں مماثل نہ ہو اور قرآن صرف اپنے الفاظ وترکیب اور فصاحت وبلاغت ہی کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے بلکہ وہ اپنے الفاظ اور ترکیب میں بھی معجزہ ہے، اپنی معنی ومضامین میں بھی، اپنے اعلیٰ علوم ومعارف میں، معلوماتِ غیبی اور حقائق ابدی میں بھی، اپنے پیش کئے ہوئے مذہبی واخلاقی ومعاشرتی اور مدنی نظام میں بھی، اپنے اثرات وانقلاب میں بھی، اپنی ہی پیشینگوئیاں اور اخبار میں بھی؛ مگر جب صرف الفاظ میں جو اس کے اعجاز کا صرف ایک پہلو اور گوشہ ہے کوئی مقابلہ نہیں ہوسکا تو اس کے اعجاز کامل میں کیا مماثلت ہوسکتی ہے۔

سورۂ ہود کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا امتیاز خصوصی اور اس کے اعجاز کا راز یہ ہے کہ وہ اللہ کے علم سے اُتارا گیا ہے اور حقیقت میں وہ اس

کے علم خاص کا ایک مظہر ہے اس لیے اس میں انسان اپنے ظنی ومشتبہ، ناقص ومحدود اور خود خدا کے بخشے ہوئے علم کے ساتھ کیا مقابلہ کر سکتے ہیں جس طرح خدا کی اور صفات میں انسان مماثلت نہیں کر سکتا اسی طرح وہ خدا کے علم میں بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ وَاَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ (ھود:۱۴)۔

کا نکتہ بتاتا ہے کہ اللہ جس طرح تمام صفات والوہیت میں یکتا ہے اسی طرح اپنے علم میں بھی اور جب اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تو کتابِ الٰہی کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟۔

وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ ھُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (الاعراف:۵۲)۔

علم اللہ کا تعلق صرف الفاظ وترکیب سے نہیں بلکہ معانی وحقائق سے بھی ہے۔

لفظی فصاحت کے لیے قرآن نے جابجا اپنے کو قرآن عربی، کتاب مبین اور لسانِ عربی مبین کہا ہے جس میں اس کے لفظی محاسن اور لسانی تفوق کی طرف اشارہ ہے۔

الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف:۱،۲)۔

لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ (النحل:۱۰۳)۔

سورۂ قصص کی آیت میں قرآن کے کسی ایسے جواب کا مطالبہ کیا گیا ہے جو ہدایت واصلاح میں اس سے فائق ہو **فَأْتُوا بِكِتٰبٍ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ أَهْدٰى مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ** (القصص:۴۹) پس قرآن کی فصاحت وبلاغت اور اس کا لفظی اعجاز درحقیقت قرآن کے اعجاز کا ایک گوشہ ہے اور قرآن کا اعجاز اس میں منحصر نہیں، متقدمین نے جب قرآن کے اعجاز پر غور کیا یا اس موضوع پر قلم اٹھایا تو زمانے کے رجحان عام اور عربوں کے ادبی ذوق اور زبان کی اہمیت کی وجہ سے ان کی نظر کے سامنے قرآن کے اعجاز کا یہی گوشہ رہا اور کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے اس دائرے کے اندر کمال نکتہ دانی اور نکتہ آفرینی کا ثبوت دیا اور بڑی دماغ سوزی سے کام لیکر اس موضوع پر زیادہ سے زیادہ مواد فراہم کردیا، اس علمی ذخیرہ میں اضافہ مشکل ہے اس لیے اس باب میں انہی تالیفات کی طرف رجوع کرنا چاہئے (تفصیلی طور پر باقلانی اور ابن عربی کی اعجاز القرآن اور مختصراً رمانی کا رسالہ ''النکت فی اعجاز القرآن'' اور بلاغت وبیان کی مجتہدانہ کتابیں، قدیم کتابوں میں سے جرجانی کی دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغہ اور متاخرین میں سے امیر المومنین یحیٰ یمن کی کتاب ''طراز'' نیز تفاسیر میں سے زمخشری کی کشاف اور نحو ومعانی اور بیان میں ابن قیم کی الفوائد المشوقہ القرآن اس باب میں اچھے ماخذ ہیں)۔

قرآن مجید کا سب سے پہلا اور بڑا معجزہ اسلام ہے

قرآن مجید نے دنیا میں مذہب وعقائد کا ایک آخری نظام پیش کیا جس سے زیادہ محکم اور مفصل مذہبی نظام دنیا میں آج تک پیش نہیں ہوا اس سے پہلے

کے مذاہب بھی (چونکہ وہ اپنے اپنے وقت کے لیے تھے) اس لیے اس کے مقابلے میں ناقص ہیں اور چونکہ آسمان کا آخری صحیفہ زمین پر آچکا ہے اس لیے یہ آخری نظام ہے اس سے زیادہ انسان کو اپنے خالق سے مربوط کرنے والا اور اس کی زندگی میں للّٰہیت وروحانیت پیدا کرنے والا ان تمام گمراہیوں اور بے اعتدالیوں سے دور رکھنے والا جس میں مذہبی قومیں مبتلا ہوئیں اور مبتلا ہیں کوئی مذہبی نظام انسانی تصور کی گرفت میں نہیں آسکتا؛ اسی طرح اس نے انسان کی اس زندگی کے لیے ایک آسمانی اخلاقی ومدنی دستور عطاء کیا جو دنیا میں بہترین اخلاقی واجتماعی نتائج پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے اور اس نے پیدا کر کے دکھلائے جو کسی اور طریقے پر آج تک ظہور میں نہیں آئے، وہ اجتماع انسانی کے ان تمام مسائل ومشکلات کو جو آج تک پیش آئے یا قیامت تک پیش آسکتے ہیں اپنے معجزانہ طریق پر ذرا ذرا سے اشارات سے حل کر دیتا ہے، وہ ایسے اُصول وکلیات عطا کرتا ہے جن کی بنیاد پر ہر زمانے میں دنیا کا بہترین معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے اور ہر جگہ حیات انسانی کی نئی تنظیم ہوسکتی ہے، وہ چونکہ الٰہی ہے اس لیے تمام انسانی غلطیوں، قانون سازی کے نقائص اور قیاسات سے پاک ہے، وہ چونکہ آخری ہے اس لیے ہر قسم کی تکمیل واضافے سے مستغنیٰ ہے، وہ چونکہ عالمگیر ہے اس لیے قومی ومقامی خصوصیات سے منزہ ہے، وہ چونکہ دائمی ہے اس لیے ہر قسم کے تغیر وتنسیخ سے آزاد ہے، وہ چونکہ کامل ہے اس لیے اس کے ساتھ کسی ضمیمہ کے الحاق کی ضرورت نہیں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً (المائدۃ:۳)۔

اس کے نفاذ کی حالت میں وہ مسائل ومباحث پیش ہی نہیں آتے جنہوں نے ہزاروں برس سے نوعِ انسانی کے مفکرین اور علم الاجتماع کے ماہرین کے دماغوں کو مشغول رکھا ہے اور جن کا آخری حل کبھی بھی پیش نہیں ہوا اور کتنے معاشی وسیاسی مسائل ہیں جو اس ماحول میں پیدا نہیں ہوتے ہزاروں برس کی غلطیوں اور تجربہ کے بعد دنیا کے مفکر جس نتیجے پر پہونچے ہیں قرآن نے تیرہ سو برس پہلے ایک امی کے زبان سے پہلے ہی بیان کر دیا، یہ نظام اور یہ دستور جس کا نام اسلام ہے خدا کی کاریگری اور حکمت کا اعلیٰ نمونہ ہے: صُنۡعَ اللّٰهِ الَّذِیۡۤ اَتۡقَنَ كُلَّ شَیۡءٍ (النمل:۸۸)۔

اور چونکہ اس اسلام کے اصول وکلیات قرآن سے ماخوذ ہیں اور قرآن ہی نے ان کو دنیا کے سامنے پیش کیا اس لیے وہ اسی کا پیش کیا ہوا ایک معجزہ ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ (الجمعہ:۲)۔

قرآن کے اس معجزے کی تشریح اور اس کے وجوہ اعجاز کو نمایاں کرنا درحقیقت اسلام کی پوری تشریح ہے جس کے لیے کتب خانے بھی کافی نہیں، ان میں بعض چیزیں اپنے اپنے محل پر بھی آئیں گی، عقائد کے باب میں اس کے عقائد کے معجزانہ ساخت اور ان کی معجزانہ تکمیل، اخلاق ومعاشرت کے ضمن میں قرآن کی معجزانہ جامعیت وحکمت کی طرف ان شاء اللہ کچھ اشارات آئیں گے لیکن ان نکات واسرار کا استقصا اور ان کے محاسن کا احاطہ کسی انسان سے کسی زمانہ میں بھی ممکن نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (لقمان:۲۷)۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف:۱۰۹)۔

قرآن کا دوسرا معجزہ اس کے علوم ومعارف ہیں

قرآن کا دوسرا معجزہ اس کے وہ بے پایاں علوم ومعارف اور حقائق واسرار ہیں جو اس کتاب میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن میں سے ہر ایک مستقل معجزہ ہے، انسان کا علم جتنا ترقی کرے گا اور اس کی آنکھوں سے جتنے پردے اٹھتے جائیں گے قرآن کا جمال اس کو بے نقاب نظر آئے گا۔

درحقیقت انسانی فہم کا ظرف تنگ ہے، قرآن کی وسعتوں کا متحمل نہیں، اس لیے جو کچھ حصہ میں آئے غنیمت ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا (الرعد:۱۷)۔

ان معجزات میں اعجاز کے کئی پہلو ہیں، ایک پہلو قرآنی حقائق کی ابدیت اور قطعیت ہے، یہ ابدیت اور قطعیت حقیقت میں علم الٰہی اور کتب الٰہیہ کا خاصہ ہے، تغیر اور اشتباہ انسانی علم اور انسانی معلومات کے لوازم میں سے ہیں؛ چونکہ قرآن مجید پورے طور پر محفوظ ہے اس لیے اس کے حقائق کی ابدیت اور قطعیت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔

مذہب اور مذہبی کتابوں میں جب انسانی دستبرد اور مداخلت شروع ہو جاتی ہے تو اس میں بہت سی ایسی چیزیں داخل ہو جاتی ہیں جن کی صحت کی ضمانت خدا کی طرف سے نہیں ہوگی، اس وقت اس میں انسانی علوم اور نظریات داخل ہو جاتے ہیں اور چونکہ انسانی علم غیر معصوم، غیر قطعی اور محدود ہے اس لیے ان صحیفوں کی قطعیت اور ان کے حقائق کی ابدیت قائم نہیں رہتی۔

قرآن مجید اول سے لیکر آخر تک ابدی اور قطعی ہے: اس میں انسانوں کے تغیر پذیر نظریات اور ان کے تحقیقات و تجارب شامل نہیں، دنیا کے علوم و فنون جس قدر ترقی کریں طبعیات اور فلکیات میں انسانوں کے نظریات جو شکل بھی اختیار کریں، زمین مرکز کائنات ثابت ہو یا آفتاب، زمین مسطح ثابت ہو یا کُروی الشکل، سیاروں پر آبادی اور عوالم کا تعدد ثابت ہو یا نہ ہو، قرآن کے حقائق پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وہ بطلیموسی نظام نہیں ہے جو نظام کوپرنیکی سے باطل ہو جائے۔

لیکن اس کے برعکس بائبل انسانی تحریف و اجتہاد سے نہ بچ سکی اس میں عوام کے مشہور اور مقبول عقائد اور نظریات شامل ہو گئے اس کی رو سے دنیا کی عمر چھ ہزار سال ہے، زمین ایک چپٹی سطح ہے سورج چاند اور ستارے متحرک ہیں زمین مرکز کائنات ہے اور باقی تمام اجسام فلکی اور غیر فلکی اس کے تابع ہیں زمین کی دوسری طرف آبادی کا ہونا محال ہے اس لیے کہ بقول سینٹ اگسٹائن ''حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اس قسم کی بیان نہیں کی گئی، زمین کی کروی الشکل ہونے کے خلاف سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس طرف کے باشندوں کو حشر کے دن خداوند خدا کا ہوا سے زمین پر اترنا کس طرح نظر آئے گا؟۔

یہ ''الہامی'' تاریخ وسائنس ممکن ہے مؤلفین وشارحین کتب مقدسہ کے زمانے کے مشہورات یا مسلمات کے مطابق ہو لیکن اس کا حقیقت کے مطابق ہونا ضروری نہ تھا، یہ انسانی علم کی ایک خاص منزل ہوگی مگر انسان کا علم مسافر ہے مقیم نہیں، وہ جتنا آگے بڑھتا گیا اس منزل کو پیچھے چھوڑتا گیا یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ مذہب وعقل کا ساتھ چلنا محال ہوگیا، یہ مذہب وسائنس کے تصادم اور یورپ میں مذہب کے زوال کا پہلا دن تھا؛ لیکن اسلام کی تاریخ میں واجبی طور پر یہ دن کبھی پیش نہیں آسکتا، انسانوں کے علوم آپس میں ٹکرائیں گے اور ٹکرا سکتے ہیں ان میں سے ایک غلط ہوگا اور ایک صحیح اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں غلط ہوں؛ لیکن خدا کی محفوظ کتاب کے حقائق اور بیانات اور صحیح علم میں کوئی تصادم ممکن نہیں، جو علم اس سے ٹکرائے گا وہ صحیح علم نہیں ہوسکتا؛ اسی طرح قرآن مجید پر انسانوں کے وقتی، معاشی، اجتماعی اور سیاسی رجحانات کا کوئی اثر نہیں اس کا نظام ان مسائل میں بھی ابدی اور دائمی ہے۔

قرآن مجید کا تیسرا معجزہ غیبی واقعات ہیں

قرآن مجید میں انبیاء سابقین اور گذشتہ قوموں کے متعلق جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ قرآن کا ایک مستقل معجزہ ہے جس میں اعجاز کا پہلو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان اطلاعات کا سرچشمہ اور ان روایات کا ماخذ علم الٰہی کے فیض اور غیب کی اطلاح (وحی) کے سوا کچھ نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے یہ واقعات وقصص زیادہ تر بلکہ تمام تر مکی سورتوں میں بیان کئے گئے

ہیں اور وہاں باتفاق مورخین کوئی یہودی اور عیسائی نہ تھا، ورقہ بن نوفل جو انجیل کا علم رکھتے تھے صحیح روایات کے مطابق نبوت کے پہلے ہی سال پہلی وحی کے بعد ہی انتقال کر گئے تھے (بخاری، باب کیف کان بدالوحی علی رسول اللہﷺ)۔

ہجرت سے پہلے دو عیسائیوں سے آپ کا ملنا بیان کیا جاتا ہے، ایک بحیرہ راہب، دوسرا عداس، اول الذکر سے شام کے شہر بصریٰ میں اور آخرالذکر سے حجاز کے شہر طائف میں ملنا مذکور ہے؛ لیکن پہلی ملاقات چند گھنٹوں اور دوسری ملاقات چند منٹوں سے زیادہ نہیں، پہلی ملاقات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی اس عمر میں اور اتنی چھوٹی عمر میں اور اتنی مختصر ملاقات میں یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ آپ نے وہ تمام علوم حاصل کر لئے جو نبوت کے تئیس سال میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس صحت واتفاق کے ساتھ جس سے خود یہودی اور مسیحی صحیفے قاصر ہیں بیان فرمایا، عداس کوئی عالم نہ تھا وہ خود آپ کا معتقد ہوا اس لیے اتنی کمزور روایتی اور درایتی بنیاد پر کسی طرح اس قیاس کی عمارت نہیں اٹھتی کہ آپ کے علوم غیبیہ جن کا ایک ایک حرف اور نقطہ تمام تحقیقات اور انکشافات کے بعد صحیح ثابت ہوا؛ ان لوگوں کے علوم سے ماخوذ ہیں، جن کی شخصیت ہر طرح سے مشتبہ ہے اور جن کا اضافہ ان کی اصل سے زیادہ ہے، جس چراغ میں خود نور نہ ہو اس سے دوسری مشعل کس طرح جل سکتی ہے؟ ان غریب عیسائیوں کے پاس جن سے آپ کے تلمذ اور استفادہ کی نسبت کی جاتی ہے خود کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو علم صحیح کہا جا سکے۔

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ ان واقعات کا کم سے کم آپ کے لیے کوئی ذریعہ اطلاع موجود نہ تھا تو یہ تمام تر واقعات محض وحی الٰہی کا کرشمہ ہیں اور اعجاز کا یہی پہلو ہے جس کی طرف قرآن نے بار بار توجہ دلائی ہے، حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعات اور حضرت مریم علیہا السلام کے واقعات کی بعض جزئیات بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے:

ذٰلِکَ مِنْ اَنبَآءِ الْغَیْبِ نُوحِیْهِ إِلَیْکَ وَمَا کُنتَ لَدَیْهِمْ إِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا کُنتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (آل عمران:۴۴)۔

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کا واقعہ بیان کر کے فرماتا ہے:

تِلْکَ مِنْ اَنبَآءِ الْغَیْبِ نُوحِیْهَآ اِلَیْکَ مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَاقَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ (ھود:۴۹)۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے فرماتا ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَیْنَآ إِلَیْکَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِن کُنْتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِیْنَ (یوسف:۳)۔

پھر ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے:

ذٰلِکَ مِنْ اَنبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْاَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْکُرُوْنَ (یوسف:۱۰۲)۔

اسی سورت میں فرماتا ہے کہ یہ واقعات موضوع نہیں ہیں؛ بلکہ ان سے کتبِ سابقہ کی تصدیق اور تفصیل ہوتی ہے:

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُوْلِی الْاَلْبَابِ مَاکَانَ حَدِیْثاً یُفْتَرٰی وَلٰـکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَهُدًی

وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ (یوسف:۱۱۱)۔

ایک جگہ کفار کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے کہ یہ واقعات آپ کی پرانی یا قلمی یادداشت سے ماخوذ ہیں ان کا صحیح ماخذ بیان کیا ہے:

وَقَالُوۡۤا اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ اكۡتَتَبَهَا فَهِیَ تُمۡلٰی عَلَیۡهِ بُكۡرَةً وَّاَصِیۡلًا۝ قُلۡ اَنۡزَلَهُ الَّذِیۡ یَعۡلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (الفرقان:۵،۶)۔

دوسری جگہ اس سورت میں کفار کے اس بیان کی پرزور تردید کی ہے کہ آپ ان قرآنی واقعات کو کچھ لوگوں کی امداد سے اور سازش سے بیان کرتے تھے:

وَقَالَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ اۨفۡتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیۡهِ قَوۡمٌ اٰخَرُوۡنَ فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا (الفرقان:۴)۔

سورۂ قصص میں ان واقعات کے ظہور کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی غیر موجودگی اور ان سے آپ کی لاعلمی بتائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ان اطلاعات کا سرچشمہ محض وحیٔ الٰہی ہے:

وَمَا كُنۡتَ بِجَانِبِ الۡغَرۡبِیِّ اِذۡ قَضَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسَی الۡاَمۡرَ وَمَا كُنۡتَ مِنَ الشّٰهِدِیۡنَ۝ وَلٰكِنَّاۤ اَنۡشَاۡنَا قُرُوۡنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیۡهِمُ الۡعُمُرُ وَمَا كُنۡتَ ثَاوِیًا فِیۡۤ اَهۡلِ مَدۡیَنَ تَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ۝ وَمَا كُنۡتَ بِجَانِبِ الطُّوۡرِ اِذۡ نَادَیۡنَا وَلٰكِنۡ رَّحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰهُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ لَعَلَّهُمۡ یَتَذَكَّرُوۡنَ (القصص:۴۴،۴۵،۴۶)۔

سورۂ عنکبوت میں آپ کی ان چیزوں سے بیگانگی اور آپ کی امیت کا

ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ اس ماحول سے قطعاً نا آشنا اور علم کے سامان ولوازم سے بھی بے گانہ تھے، اب متشککین کے لیے اس علم کے ماخذ کے متعلق شبہ کی کیا گنجائش ہے۔

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتٰبٍ وَلَاتَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذاً لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (العنکبوت:۴۸)۔

عصر نبوت میں یا اس کے بعد جن لوگوں کا خیال تھا کہ قرآن مجید کے علوم و واقعات تورات وانجیل سے ماخوذ ہیں وہ تورات وانجیل سے سرے سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں، قرآن مجید اور تورات وانجیل آج بھی دنیا میں موجود ہیں اور یہودیوں وعیسائیوں کے عام عقیدہ کے مطابق ان کے صحیفے محفوظ بھی ہیں، آج بھی نہایت آسانی کے ساتھ قرآن اور ان صحیفوں کا تقابل کیا جاسکتا ہے اور اس دعوے کی علمی تنقید کی جاسکتی ہے، انبیاء علیہ السلام کے جو واقعات قرآن اور عہد عتیق کے صحیفوں میں مشترک ہیں ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں بلاشبہ واقعات کے بعض اجزاء ان صحیفوں میں اس طرح مشترک ومتحد ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا اصلی سرچشمہ ایک ہی ہے اور وہ وحی ہے؛ لیکن واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک چیز محفوظ رہی اور دوسری چیز انسانی دستبرد اور مداخلت سے محفوظ نہ رہ سکی، ان صحیفوں کے اسلوب بیان مضامین کی اہمیت کے درجات اور مرکز میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے دونوں کا انداز بالکل جدا ہے، ایک میں وحی کی تاثیر کتابِ الٰہی کی ابدیت کی شان اور وحی کے انوار نظر آتے ہیں اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کا موضوع تاثیر نہیں ہے بلکہ

ہدایت اور عبرت وموعظت ہے اس میں سنین نہیں ہیں اس میں اعداد نہیں، اشخاص کی تعداد اور ہر قسم کی وہ تفصیلات جن کا تعلق تاریخ اور انساب سے ہے اس میں نہایت مناسبت اور حسن کے ساتھ محذوف ہیں، واقعات کے سلسلہ میں وہی کڑیاں منتخب کی گئی ہیں جو ہر زمانے میں انسانوں کے لیے ہدایت اور عبرت کا سبق بن سکیں، سورۂ یوسف کے آخر میں خدا فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ مَاكَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (یوسف:۱۱۱)۔

انبیاء کے اور امم سابقہ کے واقعات میں دعوت وتبلیغ کی یہی روح اور کلام الٰہی کی یہی شان ملے گی، کلام الٰہی کی یہی خصوصیت اور اس کے اعجاز کی ایک دلیل ہے، پیغمبر خود اس خصوصیت کا حامل ہوتا ہے، وہ تمام غیر متعلق مباحث اور دوراز کار تاریخی تفصیلات سے دامن بچاتا ہے اور انہیں چیزوں کا ذکر کرنا ہے جو انسانوں کی نجات اور ہدایت کے لیے مفید ہیں، فرعون نے حضرت موسیٰ کو ایک تاریخی بحث میں الجھانا چاہا لیکن انہوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس بحث کا دروازہ بند کردیا اور اپنی دعوت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، فرعون نے کہا تھا: قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی (طٰہٰ:۵۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ لَایَضِلُّ رَبِّیْ وَلَایَنْسَی (طٰہٰ:۵۲) اس کے مقابل میں تورات میں سلاطین تواریخ اور کتاب پیدائش کا مطالعہ کیجئے، ان پر تاریخیت کا رنگ غالب ہے کثرت سے سنین ہیں، اشخاص اور قبائل کی گنتیاں ہیں اور عمارتوں کی مفصل تشریح، اس میں بھی کہیں کہیں وحی کی روشنی نظر

آتی ہے اور انسان کا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ خدا کے کلام کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔

ہم تورات وقرآن کا فرق سمجھانے کے لیے مثال کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ انتخاب کرتے ہیں جو قرآن اور تورات میں کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

تورات میں واقعہ کے بہت سے اجزاء قرآن سے زائد ہیں؛ لیکن عموماً یہ وہ اجزاء ہیں جن میں ناموں کی تعیین ہے اور تاریخی تفصیلات ہیں، پارہ نمبر: ۳۰/ میں یہودہ کا ایک ایسا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کو پڑھ کر تہذیب کی آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے کے کسی طرح شایانِ شان نہیں، بعض ایسی چیزیں مذکور ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی شانِ نبوت کے منافی ہیں۔

قرآن مجید میں ان واقعات کے بعض ایسے اہم اجزا مذکور ہیں جو تورات میں بالکل محذوف ہیں۔

(۱) تعبیر خواب کے سلسلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا دل پذیر اور دل نشیں توحید کا وعظ جو حکیمانہ تبلیغ ودعوت اور پیغمبرانہ حکمت وموعظت کا بہترین نمونہ ہے اور جس میں حضرت یوسف کا جمال پوری طرح عیاں ہے تورات میں مطلقاً مذکور نہیں ہے (سورۂ یوسف)۔

قرآن کہتا ہے کہ شاہِ مصر نے جب خواب دیکھا اور حضرت یوسفؑ کی

بتلائی ہوئی تعبیر سنی تو اس کو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہوا اور اس نے آپ کو لانے کے لیے قاصد بھیجا آپ نے اس موقع پر جیل خانے سے نکلنے میں عجلت نہیں کی بلکہ یہ ضروری سمجھا کہ آپ کے رہا ہونے سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق کر لی جائے جس کے غلط الزام میں آپ کو جیل خانہ میں رہنا پڑا تھا؛ تا کہ جس طرح اس الزام کی شہرت ہوئی ہے اس بے گناہی اور پاکدامنی کی بھی شہرت ہو جائے اور آپ کی رہائی محض بادشاہ کا کرم نہ سمجھا جائے؛ بلکہ آپ کی برأت صفائی کا نتیجہ یہ واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شانِ نبوت، آپ کی خاندانی غیرت وخودداری اور آپ کے فہم وفراست کے عین مناسب ہے؛ لیکن یہ پورا واقعہ تورات میں مذکور نہیں، تورات میں یہ عبارت ہے:

> ''یہ تاویل فرعون کی نگاہ میں اور اس کے سب نوکروں کی نظر میں اچھی معلوم ہوئی فرعون نے اپنے نوکروں کو کہا کیا ہم ایسا جیسا یہ مرد ہے کہ جس میں خدا کی روح ہے پا سکتے ہیں؟ اور فرعون نے یوسف سے کہا ازبس کہ خدا نے تجھے اس سب میں بینائی دی ہے سو کوئی تجھ سا عاقل اور دانشمند نہیں ہے، تو میرے گھر کا مختار ہو اپنا حکم میری سب رعیت پر جاری کر، فقط تخت نشینی میں میں تجھ سے بزرگ تر رہوں گا'' (کتاب پیدائش:۲۷ تا ۴۰)۔

(۲) قرآن کہتا ہے: فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ (یوسف:۵۰)۔

اور جب خود مدعیہ نے جس کے الزام پر آپ جیل خانے گئے تھے، اپنی زبان سے آپ کی برأت کا اعلان کیا تو آپ نے اس تاخیر کا اور اس تحقیق کے مطالبہ کا سبب بتلایا۔

ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْہُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ (یوسف:۵۲)۔

پھر خودی کے شبہ کو دور کرنے کے لیے آپ نے پیغمبرانہ انابت کے ساتھ فرمایا:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (یوسف:۵۳)۔

یہ صاف نبوت کا کلام ہوتا ہے اور اس میں حضرت یوسف کی سیرت اور کردار کا جلوہ صاف نظر آتا ہے تورات سے یہ اہم اور مؤثر حصہ بالکل حذف ہے۔

(۳) حضرت یعقوب علیہ السلام کی گفتگو میں جو تورات میں منقول ہے نبوت کی جھلک اور للّٰہیت کا وہ نور نہیں ہے جو قرآن میں نظر آتا ہے، تورات کتاب پیدائش اور قرآن سورۂ یوسف کا مقابلہ کرکے دیکھئے، قرآن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ متوکل علی اللہ بزرگ ہیں ہر واقعہ میں ان کو خدا کی قدرت کا ہاتھ نظر آتا ہے، بات بات پر وہ اللہ کا نام لیتے ہیں اور اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں؛ لیکن تورات میں وہ ایک دردمند صاحب اولاد اور ایک سن رسیدہ تجربہ کار کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں اور بنیامین کے رہ جانے کے بعد بھائیوں کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس واپس جانا اور حضرت یعقوب

علیہ السلام کی دردمندانہ اور پرسوز گفتگو جس میں متوکلانہ شان بھی چھلکتی ہے، تورات سے بالکل حذف ہے (دیکھو، کتاب پیدائش:۴۴، ۴۵)۔

(۴) قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے چھوٹے ہوئے باپ اور بچھڑے ہوئے بھائیوں سے مصر میں ملے تو ان کا دل شکریہ اور خدا کی حمد سے لبریز ہوگیا، شہنشاہی کی آرائشوں میں ان کی خاندانی دینداری اور نبوت کی روشنی چمکی اور بادشاہت کی سرفرازی میں بندگی کا عجز نمایاں ہوا اور انہوں نے خدا کا شکریہ اس طرح ادا کیا اور اس سے اس طرح دعا کی:

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِن تَاْوِیْلِ الاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف:۱۰۱)۔

یہ موثر منظر اور مکالمہ بھی تورات سے محذوف ہے (دیکھو کتاب پیدائش:۴۶، ۴۷)

قرآن مجید اور تورات کے درمیان ایک بڑا عظیم الشان فرق یہ ہے کہ قرآن نے انبیا کی سیرت بالکل بے داغ اور ایسی پاکیزہ پیش کی ہے جو ان کے منصب ومقام کے بالکل مطابق ہے؛ بلکہ اس نے ان تمام الزامات اور تہمتوں کی تردید کی ہے جو ان کے دشمنوں یا نادان دوستوں میں مشہور تھیں؛ لیکن عہد عتیق کے صحیفوں میں ان انبیاء کے متعلق ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کو پڑھ کر تہذیب کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور حیا کی پیشانی عرق آلود ہوجاتی ہے، ان پر کہیں کفر کے الزامات لگائے گئے اور کہیں فسق کے، کتاب

پیدائش کے باب:۹/ میں حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق کتابِ پیدائش کے باب:۱۹/ میں حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق کتاب خروج کے باب:۳۲/ میں حضرت ہارون علیہ السلام کے متعلق اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کتاب سلاطین کے باب:۱۱/ میں صاف صاف کفر وشرک اور فسق وفجور کی شہادتیں موجود ہیں۔

لیکن قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کو رسول امین کہا گیا ہے (سورۂ شعراء) اور ان پر سلامتی اور برکات بھیجے گئے (سورۂ ہود، رکوع:۴) حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا گیا ہے:

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ (الانبیاء:۷۴)۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا (مریم:۵۳)۔

تورات میں حضرت ہارون پر گوسالہ پرستی کا جو صاف صاف الزام لگایا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

> ''بنی اسرائیل کے کہنے سے موسیٰ کے غائبانہ میں ہارون نے زیور کا ایک بت بنایا اور تمام بنی اسرائیل سے اس کو پجوایا اور اس کے لیے قربانیاں گذارنے کا حکم دیا اور یہ کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے جو تمہیں مصر کی زمین سے نکال لایا ہے''۔

قرآن اس کی صاف تردید کرتا ہے اور اس کے بالکل برعکس ان کی دعوت توحید کا ذکر کرتا ہے:

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ (طٰہٰ:۹۰)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق تورات کے الفاظ یہ ہیں:

''کیونکہ ایسا ہوا کہ جب سلیمان بوڑھا ہوا تو اس کی جوروؤں نے اس کے دل کو غیر معبود کی طرف مائل کیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کی طرف کامل نہ تھا جیسا کہ اس کے باپ داؤد کا تھا سو سلیمان نے صیدانیوں کی بیوی اسارات اور بنی عموم کے نفرتی ملکوم کی پیروی کی اور سلیمان نے خداوند کی نظر میں بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی اپنے باپ داؤد کی طرح نہ کی، الخ''۔

آگے چل کر کہا گیا ہے:

''سواز بس کہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے جو اسے دوبارہ دکھائی دیا برگشتہ ہوا اس لیے خداوند سلیمان پر غضب ناک ہوا کہ اس نے اس کو حکم دیا کہ وہ اجنبی معبودوں کی پیروی نہ کر پر اس نے خداوند کے حکم کو یاد نہ کیا، الخ''۔

سورۂ ص میں ان کے اخلاص وعبدیتِ کاملہ اور ان کے قرب اور وجاہت کو بیان کیا گیا:

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (ص:۳۰)۔

آگے چل کر فرماتا ہے:

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ (ص:۴۰)۔

اسی طرح حضرت مسیح اور ان کی والدہ پر یہودیوں نے جو کچھ الزامات لگائے تھے اور ان کی طرف جن باتوں کی نسبت کرتے تھے قرآن مجید نے ان کی صاف صاف تردید کی ہے اور حضرت مسیح کو خدا کے ایک مکرم اور وجیہ اور مبارک پیغمبر کی حیثیت سے پیش کیا ہے (ملاحظہ ہو سورۂ آل عمران، سورۂ مائدہ، سورۂ مریم اور سورۂ زخرف)۔

ان مضامین میں جو قرآن اور صحف سابقہ کے درمیان مشترک ہیں قرآن مجید اور ان صحیفوں کے درمیان جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور جن کے متعلق ان کے ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ محفوظ ہیں، یہ اُصولی فرق ہے، باقی وہ مضامین اور تعلیمات جن میں قرآن منفرد ہے اس کے علاوہ ہیں، اس کے بعد یہ کہنا کہ قرآن مجید ان قدیم معلومات میں صحف سابقہ کا خوشہ چیں ہے، قرآن مجید نیز اپنی مذہبی کتابوں سے ناواقفیت کی دلیل ہے، قرآن مجید کے مضامین براہِ راست علم الٰہی سے ماخوذ ہیں اور ان کی اطلاع کا سرچشمہ وحی آسمانی ہے؛ اس لیے وہ حقیقت کے بالکل مطابق بے داغ اور بے عیب ہر قسم کے شک واشتباہ سے پاک ہے، وہ صحف سابقہ کی انسانی تحریفات اور یہودیوں کے انبیاء مقدسین کے متعلق ہر قسم کی غلط بیانیوں اور بہتان تراشیوں کی تردید کرنے والا اور ان کتابوں کا مصدق ومہیمن ہے۔

قرآن مجید کے اعجاز کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس نے یہودیوں اور عیسائیوں کے مختلف مذہبی فرقوں کے اخلاقی عقائد اور خیالات کو جن سے عام آدمی واقف نہیں ہیں بڑی صحت اور پختگی کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کے

مختلف مذہبی خیالات واختلافات کے سلسلے میں بڑی نازک باریک باتوں کا خیال رکھا ہے، قرآن نے تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ ان کے جو عقائد واختلافات بیان کئے ہیں ان کے مذہبی لٹریچر کے وسیع اور گہرے مطالعہ سے اس کے لفظ لفظ کی تصدیق ہوتی ہے، جس قدر ان مذاہب کی گہری واقفیت اور ان کی کتابوں کا (جواب کثرت سے شائع ہوتی جارہی ہیں) گہرا مطالعہ کیا جاتا ہے، قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی جاتی ہے اور عجیب عجیب حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا ان کے بارے میں کوئی لفظ ضائع وبیکار نہیں اور اس کے الفاظ وتعبیر کا کوئی فرق بے محل نہیں۔

اسی طرح اشخاص وواقعات کے سلسلے میں قرآن نے جن چیزوں پر زور دیا یا جن چیزوں کی نفی کی ہے وہ اس وجہ سے کہ یہودی وعیسائی ان چیزوں کو نہیں مانتے تھے اور ان کے بعض الزامات وروایات کی تردید مقصود ہے۔

یہ تمام دقیق باتیں اور یہ معجزانہ پہلو کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی جس کو یہودیوں اور عیسائیوں کے اندرونی اور گہرے واقعات وخیالات کا پورا علم نہیں تھا، یہ عالم الغیب کا صحیفہ ہے جس میں کوئی شک واشتباہ اور اس کے علم میں کوئی نقصان نہیں۔

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ O لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (فصلت (حم السجدہ): ۴۱، ۴۲)۔

ہیچ، یم، حسین ٹرسٹ

H.M.Husain Trust

Email: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91 7095168679

10.12.2016

قرآن مجید صرف اپنے الفاظ و ترکیب اور
فصاحت و بلاغت ہی کے اعتبار سے معجزہ نہیں
ہے؛ بلکہ وہ اپنے الفاظ اور ترکیب میں بھی معجزہ
ہے، اپنے معانی و مضامین میں بھی، اپنے اعلیٰ علوم
و معارف میں بھی، معلوماتِ غیبی اور حقائقِ ابدی
میں بھی، اپنی پیش کی ہوئی مذہبی و اخلاقی
و معاشرتی اور مدنی تعلیمات میں بھی، اپنے
اثرات و انقلابات میں بھی، اپنی پیشینگوئیوں اور
اخبار میں بھی معجزہ ہے؛ مگر جب صرف الفاظ میں
جو اس کے اعجاز کامل کا صرف ایک پہلو اور گوشہ
ہے کوئی مقابلہ نہیں ہوسکا تو اس کے اعجازِ کامل میں
کیا مماثلت ہوسکتی ہے؟۔

SUPER COMPUTERS: 9849022015